

درس قرآن

(سَارِعُوا لِلْمُتَّقِينَ)

حافظ محمد ادریس

حمد و ثناء کے بعد:

”وسارعوا ---- للمتقين۔“ (سورة آل عمران آیت نمبر ۱۳۳)

ترجمہ: ”اور دوڑ کر چلو اس راہ پر جو تمہارے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جاتی ہے جس کی وسعت زمین اور آسمان ہیں۔ وہ تیار کی گئی ہے متقی لوگوں کیلئے۔“

قابل احترام بھائیو! عزت مآب بہنو اور مہمانانِ گرامی قدر! میں نے آپ کے سامنے سورة آل عمران کی ایک آیت پڑھی ہے اور اس کا ترجمہ پیش کیا ہے۔ قرآن مجید کتابِ ہدایت ہے اور اس کا ہر مقام انسان کو منزلِ مقصود کا پتہ دیتا ہے اس قرآن مجید نے دنیا کی ایک پسماندہ قوم کو انسانیت کی امامت و قیادت پر فائز کر دیا تھا اور یہ آج بھی ہماری بگڑی بنا سکتا ہے۔ آج کے دور میں ہم آخرت سے بے فکر، روزِ حشر کی باز پرس سے غافل اور قرآن سے بے تعلق ہو کر مادہ پرستی کی دوڑ میں جت گئے ہیں۔ اس دوڑ میں کوئی جیتتا ہے اور کوئی ہارتا ہے۔ مگر یہ جیت بھی کوئی جیت نہیں، اصل جیت اور ہار کا فیصلہ اس روز ہو گا جب اعمالِ نامے حاضر کئے جائیں گے، جب راز کھول دیے جائیں گے۔ جب جنت سجائی جائے گی اور دوزخ بھڑکائی جائے گی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو زندگی کی حقیقت سمجھا دی تھی انہوں نے دنیا میں مایوس بھی کھائیں اور نقصان بھی برداشت کیے مگر جو عہد ایک بار کر لیا اس سے کبھی روگردانی نہ کی جو منزل متعین کر لی اس سے کبھی رخ نہ موڑا اور جو سودا اپنے مالک کے ساتھ کیا اسے ہمیشہ نفع

بخش سمجھا۔ انہوں نے اپنی جان اپنا مال جنت کے بدلے فروخت کر دیا تھا۔ نہ جان جانے کا غم ان کے قدم روک سکتا تھا نہ مال کا چھن جانا ان کی ہمتیں پست کر سکتا تھا۔ وہ دنیا کے سود و زیاں سے بلند اور جنت کے طلبگار تھے۔ انہیں کسی چیز سے عشق تھا تو وہ جنت تھی۔ ان کے دل میں خوف تھا تو وہ دوزخ کا عذاب تھا۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کے دامن میں پناہ لے کر وہ مطمئن تھے۔ نہ کبھی پشیمان ہوئے نہ پچھتائے۔

یہ مقام ہی ایسا مقام ہے، جہاں کبھی پچھتاوا نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے جو فیصلہ کیا، سوچ سمجھ کر کیا، ٹھیک کیا اور اس فیصلے کا حقیقی نتیجہ اللہ تعالیٰ کے سامنے میدانِ حشر میں پہنچنے کے بعد سامنے آئے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ بتاتا ہے کہ میری راہ میں تم جو مشکلات اٹھاتے ہو، جانوں کے نذرانے پیش کرتے ہو، جو جدوجہد اور تگ و دو کرتے ہو، اس کا ما حاصل میری مغفرت اور جنت ہے، چنانچہ اس سورہ میں آپ دیکھیں گے پہلے کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے جنگِ بدر کا ذکر کیا، اور فرمایا کہ وہاں بھی کامیابی اور نصرت اللہ کی مدد سے ملی تھی اور پھر آگے جنگِ احد کا ذکر کیا اور فرمایا کہ وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے تمہیں کامیابی عطا فرمائی، مگر تم ایک غلطی کر بیٹھے اور اس غلطی کے نتیجے میں فتح شکست میں تبدیل ہو گئی۔

یہ آیت جو میں نے آپ حضرات کے سامنے پڑھی ہے، اس میں جنت اور مغفرت کی طرف پیش قدمی کا حکم ہے اور ان لوگوں کی صفت بیان کی گئی ہے جو اس کام کو کامیابی کے ساتھ گزرتے ہیں۔ ”وسار عوالی المغفرة من ربکم وجتہ“ اور دوڑ کر آگے بڑھو اس راہ پر جو تمہارے رب کی بخشش اور جنت کی طرف جاتی ہے۔ ”عرضہا السموات والارض“ جس کی وسعت زمین اور آسمانوں جیسی ہے۔

یسارع، عربی زبان میں باب مفاعلہ کے وزن پر مسارعہ سے ہے۔ اس باب کا یہ خاصہ ہوتا ہے کہ اس میں مقابلے کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ اس کا مادہ سرعت ہے، اور سرعت کے معنی تیزی کے ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ اگر تم تیزی کے ساتھ دوسروں سے آگے بڑھنا چاہتے ہو، تو آؤ میں تمہیں ایک ایسا میدان بتاؤں جس میدان میں تیزی دکھانی چاہیے۔

یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ مہم جو واقعہ ہوا ہے، وہ مقابلہ کرتا ہے، وہ دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔ آج آپ اپنے گرد و نواح میں دیکھیں، اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کو دیکھیں، اپنے ملک کے معاشرے کو دیکھیں، ہر آدمی دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ آگے بڑھنے کی کوشش مادہ پرستی کی راہ کی ایک علامت ہے، انسان دنیا کا مال و متاع

دوسروں سے زیادہ سمیٹنا چاہتا ہے۔ یہاں اللہ رب العالمین نے اپنے بندوں کو بتایا ہے کہ یہ جو مقابلے کی صفت میں نے تمہارے اندر پیدا کر دی، تو آؤ تمہیں وہ میدان بھی بتاؤں جس میدان میں اسے استعمال کرنا چاہیے۔

دوسرے مقلدات پر اللہ تعالیٰ نے اس بات کو یوں بیان کیا کہ ”خلق الموت والحیوة لیسئلکم ایکم احسن علماً“ (الملک) (اس نے موت اور زندگی پیدا کی، تاکہ تمہیں آزمائے، تم میں سے کون اچھے اعمال کرتا ہے۔) حقیقت میں زندگی کا یہ سارا نظام، اور موت کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا جانا، انسان کی آزمائش ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ دیکھتا ہے کہ کون اچھے عمل کرتا ہے۔

جنت اور مغفرت کی طرف دعوت تو اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ دی ہے۔ کہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ”سابقوا الی۔۔۔ والارض“ (الحمدید) (دوسروں سے آگے بڑھو اور مقابلہ کرو، جنت اور مغفرت کی طرف پیش قدمی کرنے میں۔) اور کہیں ارشاد فرمایا، ”ولتنظر نفس ما قدمت لحدہ“ (الحشر) (ہر شخص کو سوچنا چاہیے کہ کل کے لیے اس نے کیا جمع کیا ہے، اس کی پونجی کیا ہے، اس کا سرمایہ کیا ہے)۔ اور کہیں ارشاد فرمایا، ”فقدوا الی اللہ“ (الذاریت) (اللہ کی طرف دوڑ کر آؤ، بھاگو اللہ کی طرف، سارے کام چھوڑ چھاڑ کر، اس کام میں لگ جاؤ کہ ہمیں اللہ کی رضا حاصل کرنا ہے، ہمیں اللہ تک پہنچنا ہے) اور کہیں ارشاد فرمایا کہ موت تو ہر ایک کو آتی ہے ”فمن زحزح عن النار وادخل الجنة فقد فاز“ (ال عمران) (جو دوزخ سے بچا لیا گیا، اور جنت میں داخل کر دیا گیا، تو وہی کامیاب ہے۔)

میرے بھائیو! یہ آیت جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی، اس آیت میں اہل ایمان کے لیے دعوت ہے، اہل ایمان کے لیے غور و فکر کا مقام ہے اور ہم جو دور دراز سے چل کر یہاں آئے ہیں، ہم جنہوں نے ساری دنیا سے منہ موڑ کر اللہ کے دین کو غالب کرنے کی ایک جدوجہد اور تحریک میں اپنے آپ کو شامل کیا ہے، ہمارا منظر کیا ہے؟ کیوں ہم اس جماعت میں شامل ہوئے؟ یہ سوال میں اپنے بھائیوں کے سامنے، اپنی بہنوں کے سامنے اور اپنے، معزز مہمانوں کے سامنے بھی رکھنا چاہتا ہوں کہ ان دیوانوں نے کیوں یہ فیصلہ کیا تھا؟ کیا ان کے سامنے اقتدار کی منزل آگئی تھی؟ کیا انہیں منظر آ رہا تھا کہ انہیں مادی وسائل حاصل ہو جائیں گے؟ کیا جماعت اسلامی کے پلیٹ فارم سے انہیں وزارتیں منظر آ رہی تھیں؟ نہیں، ایسا ہرگز نہیں ہے۔ ان کے سامنے ایک آزمائش کی زندگی تھی۔ ان کے سامنے مشکلات تھیں۔ انہوں نے یہ فیصلہ کیا اور سارے راستے اپنے اوپر بند کر کے اس راہ کو اختیار کیا، تو اس کے نتیجے میں یہی فکر کار فرما تھی کہ یہ اللہ کی رضا کا راستہ ہے اور ہمیں اللہ کی رضا حاصل کرنی ہے، ہمیں قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے اپنے آپ کو بچانا ہے۔ اسی لیے ہم اس میں

شامل ہوئے، اسی لیے ہم نے سفر کیا، اور اسی لیے ہم نے اس عارضی بستی میں آکر ٹھہرنے کا فیصلہ کیا۔

مگر میں بالکل آغاز میں یہ بات عرض کر دینا چاہتا ہوں، اور اس بات کا مخاطب میں خود بھی ہوں اور آپ سب لوگ بھی، کہ ہم میں سے ہر ایک کو یہ سوچنا ہے کہ جب ہم یہاں سے جائیں گے تو کیا لے کر جائیں گے۔ کوئی سفر بلا مقصد تو نہیں ہوتا، اور بلا مقصد سفر کرنے والے لوگوں اور جانوروں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ انسان کا سفر بلا مقصد ہوتا ہے اور بلا مقصد ہونا بھی چاہیئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم یہاں آکر اس فکر کو پھر اجاگر کر لیں، جو گرد اس پر پڑ چکی ہے اس کو اتار لیں، جو رنگ ہمارے دلوں پر چڑھ چکا ہے اس کو صاف کرنے میں کامیاب ہو جائیں، اور سوچ لیں کہ ہماری منزل کیا ہے، ہمارا سودا کس بات کا ہے، ہم نے یہ فیصلہ کیوں کیا تھا تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سفر پر اٹھنے والا ایک ایک قدم اللہ تعالیٰ کے ہاں بلندی درجات کا ذریعہ بن جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ جو ارشاد فرمایا کہ جنت کی طرف بڑھو، وہ جنت کہ جس کی وسعتیں زمین و آسمان پر محیط ہیں، تو یہاں مفسرین نے بڑے اہم نکات بیان کیے۔ بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے طول کا ذکر نہیں کیا، بلکہ عرض کا ذکر کیا ہے، وہ جنت کہ جس کا عرض، جس کی چوڑائی، زمین و آسمان کی طرح ہے، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں اللہ تبارک و تعالیٰ جنت کے طول و عرض کی بات نہیں کرنا چاہتا، بلکہ اس کی وسعت کو بیان کرنا چاہتا ہے۔ جیسے کہ کہا جاتا ہے، ”البلاد العریض“ بڑا کھلا ملک ہے، بڑی کھلی سرزمین ہے، یہاں بھی فرمایا کہ جنت بڑی کھلی جگہ ہے۔ بعض مفسرین نے کہا کہ طول کو اللہ تعالیٰ نے خود بیان نہیں کیا، اس لیے کہ ہر آدمی جانتا ہے کہ عرض چھوٹا ہوتا ہے اور طول اس سے بھی بڑا ہوتا ہے، اور اگر عرض کی یہ حالت ہے کہ اس کی وسعت زمین اور آسمان پر محیط ہے تو پھر اس کا طول تو اور بھی بڑا ہو گا اور اس کی وسعتیں اور بھی زیادہ ہوں گی۔

یہ جنت اور اس کی نعمتیں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ بیان کیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنت کو لوگوں کے سامنے اس انداز سے پیش فرمایا کہ وہ لوگ اپنی آنکھوں سے جنت کو دیکھ سکتے تھے، وہ لوگ جنت کی خوشبو پالیا کرتے تھے۔ ہم آج جنت کا وہ نقشہ بھول چکے ہیں، ہم جنت کی اس خوشبو سے محروم ہیں۔ میں نے آپ حضرات کے سامنے شروع میں کہا تھا کہ سوچیں اور غور کریں کہ وہ خوشبو کس طرح ہمیں آسکتی ہے۔ جنت کی خوشبو ختم تو نہیں ہو گئی، جنت کا نقشہ مٹ تو نہیں گیا، پردہ تو ہماری آنکھوں پر پڑ گیا ہے، ذوق ہمارا بگڑ گیا ہے، دلچسپیاں ہماری بدل گئی ہیں، اور ہماری تنگ و دو دنیا کے لیے ہو کر رہ گئی ہے، ورنہ جنت آج بھی وہی ہے، خوشبوئیں بھی وہی ہیں، اس کی وسعتیں بھی وہی ہیں۔

میں ان لوگوں کی مثال آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ جن لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کا شیدائی بنا دیا تھا۔ جنت کے عاشق، جنت کے طلبکار، ساری دنیا سے کٹے ہوئے اور جنت کی طرف پیشقدمی کرنے والے۔ انہوں نے دنیا میں بھی انقلاب برپا کر دیا تھا۔ آج اگر پاکستان کی منزل اسلامی انقلاب ہے تو وہ اسلامی انقلاب اسی راستے سے آسکتا ہے جو راستہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اختیار کیا تھا۔ کوئی دوسرا راستہ اس کے لیے نہ کسی مفکر نے بتایا اور نہ علی دنیا کے اندر کسی نے اسکا تجربہ کر کے دکھایا۔ وہ راستہ اور اس کی مثالیں میں آپ کے سامنے عرض کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے۔ ان کی روایت ہے، جو صحیح مسلم میں امام مسلمؒ نے نقل کی ہے۔ واقعات ہیں جنگ بدر کے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر کو خود نہیں دیکھا تھا، کہ اس وقت ان کی عمر صرف گیارہ سال تھی، مگر انہوں نے اس کے واقعات کو سنا اور یاد کر لیا اور بیان کر دیا۔ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ساتھ بدر کے میدان میں پہنچے تو مشرکین ابھی نہیں آئے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ سے فرمایا، ”لَا يَتَقَدَّ مِنْ أَحَدٍ مِنْكُمْ بَيْنَ يَدَيَّ شَيْءٍ حَتَّى أَكُونَ أَتَادُوكُمْ“۔۔۔

یعنی ’تم میں سے کوئی شخص مجھ سے آگے نہ بڑھے‘ میرے پیچھے پیچھے رہنا پھر جب مشرکین آگئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نہایت مختصر خطاب فرمایا۔ آج تو ہم لمبی لمبی تقریریں کرنے اور لمبی لمبی تقریریں سننے کے عادی ہیں، مگر اصل بات یہ ہے کہ کوئی ایک لفظ بھی جو دل کے اندر اتر جائے اور انسان کو عمل پر ابھاردے، وہ کافی ہوتا ہے۔ یہ مختصر خطاب جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کا نتیجہ تاریخ نے ہماری آنکھوں کے سامنے پیش کر دیا۔ مشرکین کی طرف اشارہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا، اے اللہ کے بندو! یہ دشمن تمہارے سامنے آچکا۔ ”قوموا الی جنة عرضها السموات والارض“ یعنی وہی بات جو اس آیت کے اندر اللہ تعالیٰ نے کہی، ”اٹھو اس جنت کی طرف۔۔۔۔۔“ گویا جنت سامنے نظر آ رہی ہے، ”وہ جنت کہ جس کی وسعتیں زمین اور آسمانوں پر محیط ہیں۔“

عمیر ابن الحمام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، ”أجنته عرضها السموات والارض یا رسول اللہ؟“ ”یا رسول اللہ، ایسی جنت جس کی وسعتیں زمین اور آسمان پر محیط ہیں؟“

”قال نعم“، فرمایا ہاں۔

”قال بخ بخ“، حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا ”واہ جی واہ کیا کہنے!“ جنت آنکھوں

کے سامنے تھی۔ وہی آدمی یہ الفاظ کہہ سکتا ہے جو جنت کو دیکھنے والا ہو، جو جنت کی قدر و قیمت کو پہچانتے والا ہو، جو اس سے غافل ہے، اسے کیا معلوم وہ کیا چیز ہے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ”مَا يَحْمِلُكَ عَلَى قَوْلِكَ بَخٍ بَخٍ؟“ اے عمیر تم نے واہ واہ کس بات پر کہا،

جواب سنئے! جواب دیا، ”رَجَاءُ أَنْ أَكُونَ مِنَ أَهْلِهَا“ اُس امید پر اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، کہ شاید اس جنت کا میں بھی اہل بن جاؤں۔“
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ”فَأَنْتَ مِنَ أَهْلِهَا“ اے عمیر، تو اہل جنت میں سے ہے۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، عمیر کے ہاتھ میں کچھ کھجوریں تھیں اور ہاتھ کی کھجوریں پھینکتے ہوئے کہا، کہ اگر ان کھجوروں کو کھانے کا انتظار کروں تو میرے اوپر افسوس ہے کہ جنت میرے سامنے ہے گواہ رہیے کہ اب میں جنت میں جا کر کھجوریں کھاؤں گا۔ ہاتھ کی کھجوریں پھینک دیں، دشمنوں کے ساتھ لڑے، اور شہید ہو گئے۔

یہ جنت تھی جس کی وسعتیں ان کے سامنے تھیں، یہ جنت تھی جس کی طلب ان کے دلوں میں تھی، یہ جنت تھی جس کی جانب ان کے قدم بے ساختہ اٹھ جاتے تھے، اور یہ جنت تھی جو ان کی منتظر تھی۔

پھر ایک دوسری حدیث دیکھیے۔ یہ بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور نسائی، تینوں حدیث کی معروف کتابوں میں یہ روایت ملتی ہے۔ وہ جنگِ احد کا حال بیان کرتے ہیں، وہی جنگِ احد جس کے بعد یہ آیات نازل ہوئی تھیں۔ کہتے ہیں کہ ایک وقت آیا جب فتح شکست میں بدل گئی، لوگوں کے قدم اکھڑ گئے، قرآن نے بھی اس بات پر گواہی دی ہے ”اذ تصعدون ولا تلون علی احد والرسول یدعوکم فی احرکم۔۔۔۔۔“

(آل عمران: ۱۵۳)

”یاد کرو اس وقت کو جب تمہارے قدم اکھڑ گئے، اور میرا رسول میدان میں ڈٹا ہوا تھا، وہ میدان سے نہیں ہٹا، تم ادھر ادھر بکھر گئے۔ اس طرف بھی اشارہ کیا کہ میدانِ جنگ میں افواہ پھیل گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں، تو وہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ”وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم“ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر آئے ہیں۔ اپنا وقت گزار کر اللہ کے ہاں چلے

گئے۔ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس چلے جائیں تو کیا تم اسلام کو چھوڑ دو گے؟ اسلام تو موجود رہے گا، آپ کا پیغام تو موجود رہے گا اور وہ پیغام تو آج بھی موجود ہے، آپ کی رسالت تو آج بھی موجود ہے اور ہم اس کے مخاطب ہیں۔

اس وقت جب لوگوں کے قدم اکھڑ رہے تھے، سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جیسا بہادر اور جری آدمی بھی میدانِ جنگ سے پیچھے ہٹنے لگا۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو کبھی کمزوری دکھانے والے نہ تھے، جن کی قوت اور فیصلے پر لوگوں کو بھروسہ تھا، وہ بھی میدانِ جنگ سے پیچھے ہٹنے لگے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میرے چچا انس بن نصر رضی اللہ عنہ میدانِ بدر میں نہیں گئے تھے، جنگِ احد ان کی پہلی جنگ تھی، جب انہوں نے اپنے سردار کو دیکھا کہ وہ پیچھے ہٹ رہا ہے تو دشمن کے ساتھ لڑتے ہوئے ایک نظران کی طرف دیکھا اور ایک منظر دشمن پر جمائے رکھی، اور زبان سے پکار کر کہا، یا سعد ابن معاذ الجبۃ الجبۃ، اے سعد ابن معاذ! ادھر جنت ہے جنت۔ اور پھر ساتھ یہ الفاظ بھی کہے، ”وَرَبِّ النَّصْرِ يَاسَعْدُ“ اے سعد اس رب کی قسم جو فتوحات دیا کرتا ہے گویا آج اگر شکست آ رہی ہے تو فتوحات بھی وہی دیتا ہے۔ جہاں فتوحات کے پھریرے لہراتے ہوئے اس کے نام کی تکبیر بلند کرتے ہیں، وہاں شکست کے وقت بھی اسی کا نام لیں گے۔ شکست کے وقت دشمنوں کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالیں گے۔ جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہو، ان کے حوصلے کبھی پست نہیں ہوتے۔ پھر کہا ”اِنِّیْ لَآجِدُ رِیْجَ الْجَبَّةِ۔۔۔۔۔“ مجھے احد پہاڑ کے پیچھے سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔ یہ جنت کی خوشبو تھی جو ان لوگوں کو آتی تھی۔ جس نے ان کو مسحور کر رکھا تھا۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، وہ دشمن کے مقابلے پر اس بہادری کے ساتھ لڑے کہ شہید ہو گئے، اس طرح کہ ان کو پہچانا نہیں جاسکتا تھا، سارا جسم زخموں سے چور چور تھا، کہتے ہیں میری پھوپھی میدانِ جنگ میں گئیں تو انہوں نے اپنے بھائی کے ہاتھ کی انگلیوں کو دیکھ کر پہچانا۔

شہیدِ وفا نے یوں اللہ کی راہ میں اپنی جان قربان کی ، یوں جنت کی خوشبو سے سرشار تھا ۔
وہ دشمن کے مقابلے پر اس طرح لڑا کہ سارا جسم زخموں سے چور چور تھا ، حتیٰ کہ حلیہ پہچانا نہ گیا ۔
پھر یہ بت تو میرے دوستو اور میرے بھائیو ، ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ہے جن
کے نام تاریخ میں معروف ہیں ورنہ یہاں تو جو اللہ کے ساتھ سودا کر لیتا ہے اسے نام کی پروا نہیں
ہوتی ۔ کوئی جانتا ہے یا نہیں جانتا ، جس کے ساتھ سودا کیا ہے ، وہ تو جانتا ہے ، چنانچہ ایک صحابی کا
واقعہ حضرت شہداء بن ہادی بیان کرتے ہیں امام نسائی نے یہ روایت منقل کی ہے ۔ شہاد رضی اللہ
عنه کہتے ہیں ایک بدو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں حاضر ہوا اور اُس نے رسالت مآب